اسلام اعتدال و توازن کي دعوت ديتا ہے

<"xml encoding="UTF-8?>

بسم اللہ الرحمٰن الرحيم

اُمتِ مسلمہ ميں باہمي مذہبي اور اعتقادي اختلاف، بے اعتدالي کے باعث پيدا ہوا۔ ايک طرف بندگانِ خدا اور مقبولانِ بارگاہ کي محبت و عقيدت ميں بربنائے جہالت غلو اس حد تک بڑھا کہ بات افراط تک جا پہنچي اور دوسري طرف ردِ عمل ميں تخفيف و تنقيص کے باعث معاملہ تفريط تک پہنچ گيا۔ افراط نے جہاں خرافات و بدعات کا دروازہ کھولا وہاں تفريط گستاخي و اہانت کا رنگ اختيار کر گئي۔ پس محبتوں اور عقيدتوں کي حدود اور ان کے مراتب و مدارج کا تعين کرنا لازمي و لابدي امر ہے۔ اہلِ حق ہميشہ سے حضرات انبيائے کرام عليہم السلام سے لے کر اولياءے عظام تک فرقِ مراتب کو ملحوظ رکھتے چلے آئے ہيں لہٰذا افرادِ ملت کے درميان توازن و اعتدال قائم رکھنا ہي صراطِ مستقيم ہے۔

اسي اعتدال و توازن کي بناء پر امتِ مسلمہ کو ”امتِ وسط“ کہا گيا ہے۔ اللہ تعاليٰ نے ارشاد فرمايا :

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا.

”اور (اے مسلمانو!) اسي طرح ہم نے تمہيں (اعتدال والي) بہتر امت بنايا۔“

البقرۃ، 2 : 143

امتِ مسلمہ کو امتِ وسط کے خطاب سے اس لئے نوازا گيا کہ وہ حدِ افراط کو نہيں پھلانگتي اور يہود ونصاريٰ اور ديگر کفار و مشرکين کي طرح ہاتھوں سے تراشيدہ بتوں کو نہيں پوجتي، انبياء کو خدا نہيں مانتي اور نہ ہي ان کي طرح انتہائي تفريط کا شکار ہوتے ہوئے انبياء اور اولياء کو قتل کرتي اور ہتک آميز سلوک کرتي ہے۔ يہي بنيادي فلسفہ ”امتِ وسط“ کے عنوان ميں کارفرما ہے۔ لہذا عقائد ميں حزم و احتياط کا پہلا تقاضا اعتدال و توازن، رواداري اور تحمل و بردباري ہے ورنہ افتراق و انتشار کسي مسئلے کا حل نہيں۔ ذيل ميں ہم اسي نوعيت کے مسائل پر بالترتيب بحث کر رہے ہيں۔

اِعتدال و توازن :

اہلِ حق کا امتياز يہ بات ذہن ميں رہے کہ اعتدال و توازن کي روش پر قائم رہنا زندگي کے دائرہ کار ميں صرف ايک دو شعبوں تک موقوف نہيں بلکہ اس کا تعلق ہر شعبۂ حيات اور زندگي کے ہر پہلو کے ساتھ ہے۔ اسي لئے حضور نبي اکرم صلي اللہ عليہ وآلہ وسلم نے مطلقاً ارشاد فرمايا :

خَيْرُ الْأَعْمَالِ أَوْسَطُهَا.

”اعمال ميں ميانہ روي اختيار کرنا سب سے بہترين عمل ہے۔“

لہٰذا عقائد ميں بھي اسي اعتدال و توازن کي کيفيت برقرار رکھنا ضروري ہے اور يہ ہميشہ سے اہلِ حق کا امتياز رہا ہے۔ ہر زمانے ميں اہلِ حق انبيائے کرام، اولياءے عظام اور خصوصاً امتِ مسلمہ ميں مجددين و مصلحين عقائد ميں بے اعتدالي کو ختم کرنے ميں اہم کردار ادا کرتے رہے ہيں اور ان شاء اﷲ تاقيامت کرتے رہيں گے۔ زيرِنظر باب

میں عقیدۂ توحید کے افراط و تفریط پر مبني مختلف پہلوؤں کي نشان دہي کرتے ہوئے انہیں اعتدال و توازن میں لانے کي سعي کي جائے گي۔

تین اعتقادي گروہوں کي موجودگي

عدمِ توازن اور بے اعتدالي سے جہاں بہت سي الجھنیں اور شکوک و شبہات جنم لیتے ہیں وہاں طبقاتي تقسیم اور اعتقادي تفریق بھي ایک فطري امر بن جاتا ہے۔ یہي وجہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ تین گروہ موجود رہے ہیں :
1۔ مفرطین
2۔ مقصّرین
3۔ معتدلین

پہلا گروہ۔ ۔ ۔

مفرطین یہ وہ گروہ ہے جس نے مقبولانِ بارگاہِ الٰہي کي عقیدت و احترام میں غلو اور افراط کي روش اپنا لي اور حد سے بڑھ گئے۔ اس گروہ کے افراد کا یہ شیوہ رہا کہ فرقِ مراتب کو ملحوظ رکھے بغیر اپني خواہش سے خود ہي درجات و مراتب مقرر کر لئے اور جہالت کي بنا پر کسي کو مقام اُلوہیت پر فائز کر دیا اور بعض اولیاء االلہ کو مقامِ نبوت تک لے گئے اور انہیں معصوم عن الخطاء کے زمرے میں شریک کر دیا۔ یہود و نصاريٰ کي تاریخ اِس سلسلے میں ہمارے سامنے ہے، ارشادِ باري تعاليٰ ہے :
مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ اللّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُواْ عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللّهِ وَلَـكِن كُونُواْ رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَO
”کسي بشر کو یہ حق نہیں کہ االلہ اسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے یہ کہنے لگے کہ تم االلہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ (وہ تو یہ کہے گا) تم االلہ والے بن جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم خود اسے پڑھتے بھي ہوo“
آل عمران، 3 : 79
اہلِ کتاب نے اپنے احبار و رُھبان کو وہ حقوق دئیے جو صرف اللہ و رسول کے لئے خاص تھے اِن کي یہ گمراہي اِس طرح ظاہر کي گئي ہے :
اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُواْ إِلاَّ لِيَعْبُدُواْ إِلَـهًا وَاحِدًا لاَّ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَO
”انہوں نے اللہ کے سوا اپنے عالموں اور زاہدوں کو رب بنا لیا تھا اور مریم کے بیٹے مسیح (علیہ السلام) کو (بھي) حالانکہ انہیں بجز اس کے (کوئي) حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اکیلے ایک (ہي) معبود کي عبادت کریں جس کے سوا کوئي معبود نہیں وہ ان سے پاک ہے جنہیں یہ شریک ٹھہراتے ہیںo“
التوبة، 9 : 31
یہ احبار و رُہبان جس چیز کو حلال قرار دیتے ان کے پیروکار اُسے حلال سمجھتے اور جس چیز کو وہ حرام قرار

دیتے اُسے حرام سمجھتے تھے۔ کسي اِنسان کو رب بنانے کا مطلب اُسے معبود قرار دینا اور اُس کے سامنے مراسمِ عبودیت ادا کرنا ہي نہیں۔ اِس کا مطلب یہ بھي ہے کہ اسے اللہ و رسول کے کسي ایسے حق میں شریک کر لیا جائے جو صرف ان کے لئے خاص ہے۔ تحلیل و تحریم اللہ کا وہ حق ہے جو انبیاء و رُسل کو بھي اُس کي اجازت سے ملتا ہے انبیاء و رسلِ عظام جس شے کو بھي حلال یا حرام قرار دیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضي کے مظہر اور نمائندے ہونے کے ناطے اسي کي منشاء کے مطابق قرار دیتے ہیں۔ کسي غیر نبي کو یہ حق دینے کے معني یہي ہوئے کہ اُسے اللہ و رسول کے حق میں شریک کر لیا گیا۔ نصاریٰ اس غلو کي علامت بن کر راہِ حق سے بھٹک گئے تھے۔ تمام اہلِ حق کا اس پر اجماع ہے کہ شرفِ عصمت صرف انبیائے کرام علیہم السلام کو حاصل ہے۔ انبیائے کرام کے سوا کوئي معصوم نہیں ہے لہٰذا فقہاء و محدثین کے اقوال اور اولیاء و صلحاء کے ملفوظات اور افعال کو خطا سے پاک اور مبرا تصور کرنا قطعاً درست نہیں۔ ان کي ہر بات کو قطعي اور حجت ماننا اوران کے اقوال کے ہوتے ہوئے قرآن و سنت سے استنباط و استدلال کو ممنوع قرار دینا ایسا طرزِ عمل ہے جس کے ڈانڈے یہود و نصاریٰ کے عالموں کے ساتھ جا ملتے ہیں۔ اِس لئے اِس طرزِ عمل کي اصلاح کي جاني چاہیے۔

دوسرا گروہ۔ ۔ ۔

مقصّرین یہ وہ گروہ ہے جو عدمِ توازن اور انتہا پسندي کے دوسرے کنارے پر رہتا ہے۔ یہ طبقہ نہ تو اللہ و رسول صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کي محبت و عظمت کا حق بجا لاتا ہے اور نہ بندگانِ خدا کے احترام و عقیدت کا پاس و لحاظ کرتا ہے۔ تقصیر و تفریط اِس طبقہ کا شعار ہے۔ یہودي اِس تقصیر میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ یہ وہ طبقہ ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کي شان میں یَدُاللّٰہِ مَغْلُوْلَة جیسے گستاخانہ جملے کہے اور انبیاء و رُسل عظام علیہم السلام کي شان میں گستاخیاں کیں۔

اُمتِ مسلمہ میں جس طرح افراط اور غلو کي بیماري روافض میں پائي جاتي ہے اِسي طرح تفریط و تنقیص کي بیماري میں خوارج و نواصب بھي مبتلا ہیں۔ بعد میں افراط و تفریط کي شاخیں نکلنے سے تنقیص و تقصیر کي مختلف شکلیں سامنے آتي گئیں۔ موجودہ دور میں ایسے لوگ بھي ہیں جو حضور نبي اکرم صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منصبِ نبوت و رسالت سے نیچے اُتار کر محض ایک مصلح اور قومي رہنما کي سطح پر لانے کي کوشش کرتے ہیں۔ ایسے بھي ہیں جو حضور صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کي معجزانہ شان و کمالات اور عظیم خصائص و مقامات کا انکار اور مثلیت پر اصرار کر کے آپ صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عام انسان کي طرح دیکھتے ہیں یا حضور اکرم صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کي عظمت اور قدر و منزلت اور محبت و مودّت کے آداب اور مظاہر کو شخصیت پرستي سے تعبیر کرتے ہوئے حضور نبي اکرم صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء و صالحین کے توسل و شفاعت کو ناجائز تصور کرتے ہیں۔ یہ گروہ اسلام کے روحاني آثار و روایات اور سلف صالحین کے اطوار و تعلیمات کو خرافات قرار دیتا ہے۔

یہ خود راہ گم کردہ لوگ صوفیاء عظام اور ائمہ و فقہاءِ امت کو العیاذ باللہ بدعتي یا سازشي گروہ قرار دیتے ہیں۔ یہي لوگ ہیں جو تفریط اور تقصیر کے انتہائي خطرناک کنارے پر پہنچ کر خود بھي گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھي گمراہ کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کي اکثریت سخت گیر، غیر لچک دار اور منہ زور رویوں کي حامل ہے۔ چھوٹي چھوٹي بات پر شرک و بدعت کے فتووں کي بوچھاڑ ان کا وطیرہ بن چکا ہے۔ اسلام کي تعلیماتِ محبت و حکمت کے برعکس وہ جہاد کا لبادہ اوڑھ کر دنیا بھر میں قتل و غارت گري کو اپنا شعار بنائے بیٹھے ہیں اور (اِلَّا مَاشَاءَ

اﷲ) في زمانہ ان کي اکثريت کے اسي مجموعي تاثر کي وجہ سے دشمنانِ اسلام پوري اسلامي دنيا کو ”دہشت گرد“ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہيں۔ صاحبانِ فہم و بصيرت جانتے ہيں کہ موجودہ دور ميں اسلام کو اس بے بنياد الزام تراشي نے جتنا نقصان ديا ہے ماضي ميں کوئي بڑي سے بڑي جنگي شکست بھي نہيں دے سکي۔ سب سے بڑا نقصان يہ ہوا کہ اسلام جو کہ دينِ دعوت تھا، اس کے مغربي دنيا ميں فروغ و نفوذ کے امکانات مسدود ہو گئے ہيں مغرب جو عقل و دانش پر منحصر بات کو سنتا ہے اس پراپيگنڈے سے مرعوب ہو کر اسلام کي دعوت کا پيغام سننے کے لئے تيار نہيں۔ ہم سمجھتے ہيں کہ يہ سب کچھ اسي انتہا پسندي کي وجہ سے ہو رہا ہے جو روحِ دين کے خلاف ہے۔ اس طبقہ کے انتہا پسندانہ رويوں کي وجہ سے آج کفر کو بالواسطہ اسلام کے خلاف صف آرائي کرنے کا بہانہ مل رہا ہے۔

تيسرا گروہ۔ ۔ ۔

معتدلين معتدلين کا طبقہ وہ ہے جو توازن اور اعتدال کي راہ پر گامزن ہو کر افراط و تفريط کے درميان توسط کي روش اختيار کئے ہوئے ہے۔ يہ طبقہ جو اللہ تعاليٰ کي ذات کو لاشريک مانتا ہے، يہ لوگ معرفتِ خداوندي اور رضائے الٰہي کے حصول کو زندگي کا مقصود اور معراج سمجھتے ہيں۔ قرآن و سنت اور شريعت نے جو حدود مقرر کي ہيں ان کو نہ توڑتے ہيں اور نہ پھلانگ جانے کي جسارت کرتے ہيں۔ وہ انبيائے کرام ں کي شان ميں حکمتِ مثليت کا اقرار تو کرتے ہيں مگر شانِ امتياز و فضيلت پر اصرار کرتے ہيں جبکہ مقصرين انبياء کي شانِ فضيلت کا محض اقرار کرتے ہيںاور مثليت پر اصرار کرتے ہيں۔ يہ طبقہ صحابہ کرام، ائمہ اہل بيتِ اطہار، فقہاء و محدثين اور اہلِ و لايت و طريقت کو وہي حيثيت ديتا ہے جو نقلاً اور عقلاً مبني بر صداقت ہے۔ يہ طبقہ نہ تو ائمہ و فقہاء کو انبياء و رُسل عليہم السلام کي طرح معصوم سمجھتا ہے اور نہ ان کي شان ميں تنقيص و تخفيف کي جسارت و گستاخي کرتا ہے۔ يہ طبقہ نہ تو اِن کو يہ حيثيت ديتا ہے کہ ان کے ہر قول و فعل، ان کے اجتہادي تفردات اور ان کے مخصوص اعمال و مشاغل کو بلا دليل شرعي حجتِ قاطع کي حيثيت سے تسليم کرے اور راہِ قرآن و سنت کي بجائے انہيں مدارِ اِستدلال بنائے اور نہ ہي يہ اس حد تک جاتا ہے کہ ان کي بعض اجتہادي خطاؤں کو مخصوص ذوقي و روحاني مشاغل کي بناء پر سرے سے رد کر دے۔ اعتدال کي يہ روش في زمانہ ناپيد ہوتي چلي جا رہي ہے۔

راقم بھي اکابرينِ امت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اِسي طريق اور منہج کي تجديد کے لئے ہمہ تن مصروف و مشغول ہے۔ يہي مسلکِ صحابہ کرام، تابعينِ عظام اور قرونِ اوليٰ کے ائمہ واسلاف اور اولياء و صالحين کا ہے۔ يہي حقيقت ميں سوادِ اعظم کي راہ ہے اور اسي کو اکابر نے مسلکِ اہل السنۃ والجماعۃ سے تعبير کيا ہے۔

روشِ اعتدال پر قائم رہنا بذاتِ خود ايک امتحان ہے روشِ اعتدال پر قائم رہنا آسان کام نہيں بلکہ ايک بڑا چيلنج اور امتحان ہے۔ اِس روش کا انسان چکي کے دو کھردرے پاٹوں کے درميان پستا رہتا ہے۔ اِس سے نہ تو پہلا گروہ خوش ہوتا ہے اور نہ دوسرا۔ افراط اور تفريط ميں مبتلا لوگ ہر دو سمت سے ايسے لوگوں پر حملہ آور ہوتے ہيں اور عوام ان کے شور و غوغہ سے متاثر ہوتے رہتے ہيں۔

راقم کا ذاتي رُجحان اور طبعي ميلان بربنائے تحقيق توسط، اعتدال اور توازن کو پسند کرتا ہے۔

ہم نہ تو کسي مباح و مستحب کو بدعت قرار دينا پسند کرتے ہيں، نہ کسي مکروہ اور خلاف اوليٰ کو حرام کہنا گوارا کرتے ہيں۔ نہ عام درجہ کے امرِ ممنوع کو کفر اور نہ مطلقاً ناجائز کو شرک کا درجہ ديتے ہيں۔ اسي طرح نہ

کسي جائز و مستحب کو سنّت مؤکدہ يا واجب کا درجہ اور نہ محض سنّت کو فرض کا، نہ اوليٰ و خلافِ اوليٰ اور مستحسن وغير مستحسن کے فرق کو فرض اور حرام کے فرق ميں بدلتے ہيں۔ نہ امورِ خير و برکت اور معمولاتِ سلف صالحين کے ترک کرنے کے حق ميں ہيں اور نہ انہيں عملاً واجباتِ دين ميں شامل کرتے ہيں۔
الغرض معروف کو منکر اور منکر کو معروف بنانا ہمارا معمول نہيں۔ راقم سوئِ ظن سے ہر ممکن اجتناب اور فتويٰ زني سے حتي الوسعيٰ گريز کرتا ہے مگر محبتِ رسول صلي اللہ عليہ وآلہ وسلم سے محروم کو بدبخت اور اہانتِ رسول صلي اللہ عليہ وآلہ وسلم کے مرتکب کو قطعي کافر سمجھتا ہے۔

----

1. بيهقي، شعب الإيمان، 3 : 402، رقم : 3887
2. ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، 2 : 212، رقم : 3036